اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً (النحل: 97)

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ۔وَالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

## وعدۂ خداوندی:۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً (النحل: 97)

’’جس نے بھی نیک عمل کیے، مرد ہو یا عورت ہو، ایمان والا ہو، ہم ضرور بالضرور اس کو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے‘‘

اس آیتِ مبارکہ میں ہمارے لیے بڑے پتے کی بات ہے۔ فطری طور پر ہر انسان کامیاب زندگی کے حصول کے لیے، دن رات محنت اور کوشش میں لگا ہوا ہے۔ اللہ رب العزت اس بات کو بہت ہی واضح لفظوں میں سمجھا رہے ہیں کہ ایمان والا ہو اور مرد ہو یا عورت ہو اگر وہ نیک عمل کرے تو ہم ضرور بالضرور اسکو پاکیزہ زندگی عطا کر دیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہماری کامیابی کا مدار ہمارے اعمال پر ہے۔ اگر اعمال اچھے ہوں گے تو زندگی کامیاب ہوگی اور اگر اعمال بگڑ جائیں گے تو زندگی ناکام ہوگی۔

## زندگی کا نچوڑ:

اکثر لوگ یہ سوال پوچھتے ہیں کہ ہماری پریشانیاں دور ہونے کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ ہمارے اندر سے یہ برائیاں کیوں نہیں نکل رہیں؟ ہم ٹھیک کیوں نہیں ہو رہے؟ ان سب سوالوں کا جواب یہ ہے کہ پانچ

بنیادی باتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے ہمیں زندگی میں ناکامی ہوتی ہے اور ان کی وجہ سے ہم پریشان رہتے ہیں، وہ پانچ باتیں آپ کو بتانے کا ارادہ ہے۔ جیسے کہتے ہیں کہ ''سو باتوں کی ایک بات'' اسی طرح ان کو بھی زندگی کا نچوڑ سمجھیں۔ اگر ہم اپنے اندر سے ان پانچ کوتاہیوں کی اصلاح کر لیں تو ہماری زندگی کامیاب ہوسکتی ہے۔ یہ پانچ ایسی غلطیاں ہیں جو اکثر و بیشتر ہمارے اندر پائی جاتی ہیں۔ تفصیل تو بہت ہوتی ہے مگر یہ بنیادی باتیں ہیں۔ اگر ہم اس بنیاد کو ٹھیک کر لیں تو ہماری زندگی کی ترتیب درست ہو جائے۔ آج کے نوجوان بھی آ کر کہتے ہیں، حضرت! ہمیں کوئی مختصر سی نصیحت کر دیں۔ تو دل میں بات آئی کہ آج آپ کے سامنے پانچ ایسی باتیں کھولی جائیں کہ اگر آپ کو کبھی کہیں نصیحت کرنی پڑے تو یہ پانچ باتیں بیان کر دیں۔ یہ اس عاجز کی زندگی کا نچوڑ سمجھ لیں۔

## (۱) علم پر عمل کرنا

ان میں سے سب سے پہلی کوتاہی یہ ہے کہ ہم اپنے علم پر عمل نہیں کرتے۔ شاید ہمارے نوجوانوں نے علم پر عمل کو علما کے ساتھ مخصوص کر لیا ہے، یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ ہر انسان کے پاس کچھ نہ کچھ علم ہوتا ہے اور ہر آدمی اس بات کا مکلّف ہے کہ وہ اپنے علم پر عمل کرے۔ ہمارا یہ سمجھ لینا کہ علما علم پر عمل نہیں کرتے، یہ عذرِ لنگ کی مانند ہے۔ قیامت کے دن ہر بندے سے یہ سوال پوچھا جائے گا کہ تو نے اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟

ہم جو علم پر عمل نہیں کرتے اس میں فقط دین ہی کی بات نہیں، دنیا کے معاملے میں بھی یہی حال ہے چند مثالیں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

### علم کے ہوتے ہوئے بے صبری:

ایک بندہ جس نے ڈبل ایم اے کیا ہوتا ہے گویا اس نے دنیاوی اعتبار سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہوتی

ہے۔وہ اگر گاڑی ڈرائیو کر رہا ہے اور سامنے ریلوے پھاٹک بند ہے اور کچھ گاڑیاں لائن میں کھڑی ہوتی ہیں۔اب اس کو معلوم ہے کہ جب تک ریل گاڑی نہیں گزر جائے گی اس وقت تک ٹریفک نہیں کھلے گی۔لیکن وہ کھڑی گاڑیوں کی لائن چھوڑ کر آنے والی لائن کے اوپر آگے جا کر گاڑی کھڑی کر دیگا اس کی اعلیٰ تعلیم نے اس کو کیا فائدہ دیا؟ یہ نہیں کہ اس کو سمجھ نہیں ہے،اس کو پتہ ہے،اسے یہ بھی پتہ ہے کہ جب تک ٹریفک نہیں چلے گی تب تک میری گاڑی بھی آگے نہیں جائے گی،نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ کہ جب پھاٹک کھلتا ہے تو ادھر بھی دونوں طرف گاڑیاں ہوتی ہیں اور ادھر بھی اب ہارن بج رہے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو غصے کی نگاہوں سے دیکھ رہے ہوتے ہیں،وہ خواہ مخواہ ایسا کر رہے ہوتے ہیں۔ہمارے اندر اتنا صبر بھی نہیں ہوتا کہ ہم اسی لائن میں ایک جگہ کھڑے ہو جائیں۔اور یہ سوچ لیں کہ جب پھاٹک کھلنے پر ٹریفک چلے گی تو ہم بھی چل پڑیں گے۔اب دیکھیے کہ علم پر ہمارا عمل کتنا کمزور ہے کہ جاننے کے باوجود ہم مسئلے کو الجھا رہے ہوتے ہیں!

## علم کے باوجود ڈسپلن میں کمزوری:

ڈرائیونگ میں تو ہم اتنی غلطیاں کرتے ہیں کہ کوئی حد ہی نہیں۔اچھا بھلا سمجھدار بندہ (جو اپنے دفتر میں افسر کہلاتا ہے وہ) بھی ریڈ لائٹ کو کراس کرنا کوئی بری بات نہیں سمجھتا۔حالانکہ یہ اصول اس لیے بنائے جاتے ہیں کہ آدمی خود بھی آسانی میں رہے اور دوسروں کے لیے بھی آسانی کا سبب بنے۔مگر کوشش یہ ہوتی ہے کہ بس ہم چلتے رہیں۔سامنے ریڈ لائٹ آجاتی ہے اور اسی طرف کی ٹریفک چل رہی ہوتی ہے اور دوسرے کھڑے رہتے ہیں۔بس ایسے۔ہی تماشا بنا ہوتا ہے کس لیے؟ کہ ہمارے اندر ڈسپلن نہیں ہے۔ہم ایک چیز کو اچھا تو سمجھتے ہیں مگر اس چیز کو اپناتے نہیں ہیں اور یوں ہم اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔تو اس علم کو فقط علما اور طلبا کے ساتھ مخصوص کر دینا یہ شیطان کا بڑا دھوکا ہے۔ہر بندہ اس آئینے

میں اپنی تصویر دیکھے کہ میں اپنے علم پر کتنا عمل کرتا ہوں؟

## جاننے کے باوجود ہوس بھری نظریں:

کتنے نوجوان ہیں جن کو معلوم ہے کہ غیر کی عزت کی طرف نظر اٹھانا بری بات ہے اور وہ کبھی برداشت نہیں کرتے کہ ان کی گھر کی عورتوں کی طرف کوئی بری نظر اٹھائے۔ لیکن جہاں اپنا معاملہ ہوتا ہے وہاں ٹیلیفون پر باتیں بھی ہو رہی ہوتی ہیں، میسج بھی دیے جا رہے ہوتے ہیں، گھنٹوں کسی کی خاطر وقت بھی صرف کیا جا رہا ہوتا ہے اور پھر اس کو پتہ بھی ہوتا ہے کہ میں برا کام کر رہا ہوں۔ لیکن پھر بھی لگا ہوتا ہے۔ مرد بھی، عورت بھی۔ وہ جانتے بھی ہیں کہ یہ ایک بری بات ہے لیکن نفس کی خواہش کے پیچھے ہم اس برائی کے مرتکب ہو رہے ہوتے ہیں۔ وہی بات جب اپنے اوپر آتی ہے تو ہم برا سمجھتے ہیں لیکن جب دوسروں کی عزت کا مسئلہ ہو تو بری نظر اٹھ رہی ہوتی ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم اپنے علم پر عمل نہیں کرتے۔

## ماں باپ کی ناقدری:

آج کونسا نوجوان ہے کہ جس کو پتہ نہیں کہ اپنے والدین کی خدمت کرنی چاہیے، فرمانبرداری کرنی چاہیے اور ان کو دنیا کے اندر سکھ پہنچانا چاہیے۔ لیکن کتنے نوجوان ہیں جو ماں باپ کی بات مانتے ہیں؟ ماں باپ اگر کسی بات پر روکتے ٹوکتے ہیں تو وہ انہی کے فائدے کی خاطر ایسا کرتے ہیں، مگر آنکھوں پر ایسی پٹی بندھی ہوتی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ بس مجھے تو اپنے دوست کے ساتھ بائیک پر جانا ہے۔ حالانکہ باپ منع کر رہا ہوتا ہے، بیٹا! یہ اچھا بچہ نہیں ہے، یہ پڑھتا بھی نہیں، یہ کام بھی نہیں کرتا اور سارا دن فارغ رہتا ہے لہٰذا اس کے ساتھ تمہاری دوستی اچھی نہیں۔ مگر باپ کی بات وہ ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں اور پھر اسی کے ساتھ جا رہے ہوتے ہیں، یہ ہماری بہت بڑی غلطی ہے۔

## پانی کی ناقدری:

کس کو پتہ نہیں کہ اللہ کی نعمت کو ضائع نہیں کرنا چاہیے مگر پانی کی ٹونٹی کھول دیتے ہیں اور برش کرنا شروع کر دیتے ہیں۔اب جو پانی گر رہا ہوتا ہے وہ کس کھاتے میں جاتا ہے۔ یہ بندہ ویسے انجینئر بھی ہے اور ڈاکٹر بھی ہے مگر اللہ کی دی ہوئی ایک نعمت کو ضائع بھی کر رہا ہوتا ہے۔ یہ ایک نعمت ہے۔اور ہونا تو یہ چاہیے کہ

**Use it, Do not abuse it.** اسے استعمال کریں ضائع نہ کریں۔

پانی نالی میں جا رہا ہوتا ہے اور ہم اس کی پرواہ ہی نہیں کرتے۔ہمیں برش کرتے وقت اتنی بھی توفیق نہیں ہوتی کہ اس کو اس وقت بند کر دیں۔ یہ کتنی چھوٹی سی بات ہے۔اب آپ اپنے آپ کو اس کسوٹی پر ہر وقت تولنے کی کوشش کریں کہ میں اپنے علم پر کتنا عمل کر رہا ہوں؟ اگر ہم دنیا میں اس کا جواب نہیں دے سکتے تو سمجھ لیں کہ ہم قیامت کے دن بھی جواب نہیں دے سکیں گے۔

## جانتے ہوئے بھی جھوٹ:

کس کو پتہ نہیں کہ سچ بولنا اچھا ہے اور جھوٹ سے ہمیشہ بچنا چاہیے؟ آج تو سو میں سے شاید ہی دو چار ایسے بندے ہوں گے جو سچ بولتے ہوں گے،الا ماشاء اللہ، وگرنہ اب تو عادتاً جھوٹ بولتے ہیں۔اور بعض اوقات تو جھوٹ کو جھوٹ ہی نہیں سمجھتے یعنی ان کو جھوٹ بولنے کی اتنی تو عادت پڑ چکی ہے نا۔ شیطان نے آج کے زمانے میں گمراہ کرنے کے لیے اس کا ایک خوبصورت نام رکھ دیا ہے۔جھوٹ کا نام اس نے بہانہ رکھ دیا ہے۔کیوں کہ جھوٹ کے لفظ سے تو بندہ ذرا محسوس کرتا ہے کہ میں جرم کر رہا ہوں مگر بہانے کے نام سے یہ احساس بھی نہیں ہوتا۔ بیوی کہتی ہے کہ بس میں نے بہانہ کر دیا اور بچہ کہتا ہے کہ میں نے بس ابو کے سامنے بہانہ کر دیا۔ ماتحت کہتا ہے کہ میں نے افسر کے سامنے بہانہ کر دیا۔بھئی!

بہانہ کیا ہوتا ہے؟ حقیقت میں تو جھوٹ ہوتا ہے۔ چنانچہ آج جھوٹ سے نفرت ختم ہوتی جا رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بندہ کسی پر ٹرسٹ (اعتماد) بھی نہیں کر سکتا کہ کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ ہے؟ اس طرح آپس میں ہر چیز مکس اپ ہوئی پڑی ہے۔ معاشرہ دیکھو تو مسلمانوں کا ہے مگر عمل دیکھو تو یہ موٹی موٹی باتیں بھی کہیں نظر نہیں آتیں، الا ماشاء اللہ کس کو پتہ نہیں کہ دوسروں کی خیر خواہی کرنی چاہیے؟ مگر یہ تو ہر کوئی کہے گا کہ لوگ میرے ساتھ خیر خواہی کریں، خود کتنی خیر خواہی کرتے ہیں؟ اس کی طرف دھیان ہی نہیں ہوتا۔ تو آج ہماری سوچ بالکل مختلف ہو چکی ہے۔ آج ہم اپنے علم پر عمل نہیں کر رہے۔ ایک وقت تھا جب مسلمانوں کی سوچ کچھ اور ہوا کرتی تھی، جب ہم صحیح معنوں میں مسلمان تھے اس وقت کی بات آپ کو سنا دیتے ہیں۔ کہ ہمارے اندر کتنی خیر خواہی اور اچھائی تھی۔

## ایک سبق آموز واقعہ:

ایک نوجوان کسبِ حلال کے لیے کسی دوسرے شہر گیا، ایک دن چھٹی تھی۔ چنانچہ اس نے سوچا کہ آج میں شکار کرتا ہوں لہٰذا وہ پرندوں کا شکار کرنے کے لیے نکلا۔ اللہ کی شان کہ جب اس نے ایک پرندے کی طرف تیر پھینکا تو نشانہ خطا ہوا اور وہ تیر ایک کھیلتے ہوئے عیسائی لڑکے کو جا کر لگا۔ جیسے ہی اسے تیر لگا اس کی وہیں ڈیتھ ہو گئی۔

وہ نوجوان بچے کو اٹھانے کے لیے بھاگا۔ اتنے میں بچے کے والدین بھی آ گئے۔ اس نے بتایا کہ میں نے ارادتاً تو ایسا نہیں کیا، میں نے تو اپنی طرف سے پرندے کو تیر مارا تھا، مگر نشانہ خطا ہو گیا۔ آگے یہ کھیل رہا تھا اور تیر اسے لگ گیا۔ اس بچے کے رشتہ داروں نے اس کے والدین سے یہ کہا ہمیں تو نہیں پتہ کہ اس نے ارادتاً تیر مارا ہے یا غلطی سے لگا ہے۔ چنانچہ انہوں نے بچے کے والدین کو مشورہ دیا کہ اس پر مقدمہ کر دیا۔ قاضی مسلمان ہے لہٰذا ہمیں توقع ہے کہ جو حقیقت ہے وہ کھل جائے گی۔ ہمیں انصاف

ملے گا، چنانچہ اس نوجوان پر مقدمہ کر دیا گیا۔

جب نوجوان کو قاضی کے سامنے پیش کیا گیا تو قاضی نے پوچھا: کیا ایسا واقعہ ہوا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں ہوا ہے۔ قاضی نے کہا: پھر دو میں سے کوئی ایک بات اختیار کر لو۔ یا تو اس کے ورثاء کو راضی کر لو اور اگر راضی نہیں ہوتے تو پھر اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ (المآئدہ:45) (جان کے بدلے جان) کے مصداق تمہیں پھانسی دی جائے گی۔ چنانچہ اس نوجوان نے اس بچے کے والدین کو راضی کرنے کی کوشش کی مگر وہ کسی صورت راضی ہو ہی نہیں رہے تھے۔ لہٰذا قاضی نے فیصلہ دے دیا کہ اس کو جیل بھیج دیا جائے اور اگلے جمعہ کو جب نماز جمعہ پڑھ کر سزائیں دی جائیں گی تو اس کی سزا کا فیصلہ بھی سنا دیا جائے گا۔ چنانچہ اس نوجوان کو جیل بھیج دیا گیا۔

جیل کا سپرنٹنڈنٹ عیسائی تھا، اس نوجوان نے اس سے رابطہ کیا اور کہنے لگا: میں مسلمان ہوں۔ مجھ سے یہ معاملہ ہوا ہے اور میرے پیچھے میرا خاندان بھی ہے۔ بچے بھی ہیں اور ان کو میرے اس معاملے کا پتہ نہیں، اگر آپ مجھے اپنے ذمہ داری پر Release (رہا) کر دیں تو جمعہ سے پہلے میں واپس آ جاؤں گا عیسائیوں کے دلوں میں اس زمانے میں مسلمانوں کے ایفائے عہد کی اتنی دھاک بیٹھی ہوئی تھی کہ وہ عیسائی کہنے لگا: ٹھیک ہے تم چلے جاؤ اور جمعہ سے پہلے آ جانا۔ اس نے قتل کے مجرم کو جیل سے گھر بھیج دیا۔

جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد جب قاضی نے پوچھا: فلاں بندہ کہاں ہے؟ جیل سپرنٹنڈنٹ نے کہا کہ میں نے اسے اپنی ذمہ داری پہ بھیجا تھا مگر ابھی تک وہ آیا نہیں۔ قاضی نے کہا: ٹھیک ہے، باقی مقدمات نمٹنے تک ہم انتظار کریں گے اور اگر اس وقت تک بھی وہ نہ آیا تو اس نوجوان کے بدلے میں ہم آپ کو پھانسی دیں گے کیونکہ آپ نے اس کو چھوڑا تھا۔

اب عیسائی اور زیادہ پریشان ہوئے کہ بندہ بھی ہمارا مرا، اب افسر بھی ہمارا پھانسی چڑھے گا۔ اس دوران قاضی دوسروں کے مقدمے سمیٹنے میں لگ گیا۔ جب آخری بندہ نمٹ گیا تو قاضی نے جیل سپرٹینڈنٹ کو بلایا اور کہا کہ اب ہم یہ حد آپ پر قائم کریں گے۔ یہ بات سننے کے باوجود جیل سپرنٹنڈنٹ کے چہرے پر پریشانی کے آثار بالکل نہیں تھے۔ چنانچہ وہ آرام سے قاضی کے قریب آ گیا، لوگ حیران تھے کہ آج یہ کیا ہو رہا ہے۔

اتنے میں کسی نے کہا جی آپ تھوڑی دیر کے لئے انتظار کر لیں کیونکہ دور سے کوئی آدمی آتا نظر آ رہا ہے۔ قاضی نے کہا ٹھیک ہے، چند منٹ انتظار کر لیتے ہیں۔ چنانچہ چند منٹ کے اندر وہی نوجوان دوڑتا ہوا آیا۔ وہ پسینے میں شرابور تھا، اس نے آتے ہی سب سے پہلے اس جیل سپرنٹنڈنٹ سے معافی مانگی اور کہا کہ میرے راستے میں ایک دریا تھا، مجھے تیرنا نہیں آتا تھا اور مجھے کشتی کے انتظار میں دیر ہو گئی۔ جس کی وجہ سے میں اپنے وعدے پر پورا نہیں اتر سکا، ورنہ میں وقت سے پہلے پہنچ جاتا۔ بہر حال اب میں پہنچ چکا ہوں مجھے قاضی صاحب کے سامنے پیش کر دیں۔ جب عیسائیوں نے اس نوجوان کی ایفائے عہد کی یہ بات سنی تو بچے کے ورثا نے قاضی سے کہا: قاضی صاحب! اس نوجوان نے اگر عہد پورا کرنے کی یہ مثال پیش کر دی ہے تو ہم آپ کی موجودگی میں دو باتیں کرتے ہیں۔

ایک تو بچے کے قتل کا مقدمہ واپس لیتے ہیں

دوسرا اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتے ہیں

ایک وہ وقت تھا کہ فر ہمارے عملوں کو دیکھ کر مسلمان ہو جاتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ حقیقی معنوں میں مسلمان ہیں۔

## علم پر عمل نہ کرنے کی وجہ:

آج ہماری علت یہ ہے کہ ہم اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے باتوں کا بتنگڑ بنا دیتے ہیں جس کی وجہ سے خود بھی تنگ ہوتے ہیں اور دوسروں کے لیے بھی مصیبت بن جاتے ہیں۔ سچ بات یہ ہے کہ ہم اللہ کے لیے وبال جان بن جاتے ہیں۔ چنانچہ ہم چیزوں کو سمجھ تو رہے ہوتے ہیں مگر اپنی نفسانیت، خودسری اور تکبّر کی وجہ سے ہم اس پر عمل نہیں کر رہے ہوتے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہم دوسروں کو تکلیف پہنچا رہے ہیں لیکن اس پر خوش بھی ہو رہے ہوتے ہیں۔ عورتیں آپس میں بات کرتی ہیں کہ میں نے پھر ایسی بات کہی کہ بس وہ جلتی رہی ہوگی۔ یعنی دوسری کا دل جلانے کے لیے بات کی۔ یہ کتنی عجیب بات ہے! بجائے اس کے کہ ہم دوسرے بندے کو راحت پہنچائیں ہم اس کو دکھ پہنچا رہے ہوتے ہیں۔

اگر گندگی فائدہ پہنچا سکتی ہے تو۔

سکول کے زمانے میں ہم ایک مرتبہ ایک دیہات میں گئے، اس عاجز کی عمر اس وقت سات آٹھ سال تھی، ہمارے ایک کلاس فیلو نے دعوت دی کہ آئیں آپ کو دیہات دکھاتے ہیں یہ وہ زمانہ تھا جب ہمیں یہ پتہ نہیں تھا کہ گندم کسی پودے پر لگتی ہے یا درخت پر، چنانچہ ہم نے بھی اس کی دعوت خوشی سے قبول کر لی کہ جا کر دیہات دیکھیں گے۔

جب ہم اس کے ساتھ گئے تو اس نے ہمیں کھیت دکھائے۔ ہم نے کھیت میں دیکھا کہ ادھر بھی نجاست کا ڈھیر لگا ہوا ہے اور ادھر بھی گوبر کا ڈھیر لگا ہوا ہے، ہم نے کبھی ایسا نہیں دیکھا تھا۔ ہمیں دیکھ کر بڑی پریشانی ہوئی کہ یہ گوبر ہے اور انہوں نے اس کے ڈھیر لگا کے رکھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہم نے اپنے ساتھی سے پوچھا کہ گوبر کے ڈھیر کیوں لگائے ہوئے ہیں؟ اس نے کہا: کسان سے پوچھو؟ جب کسان سے پوچھا تو اس نے کہا کہ بات یہ ہے کہ تمہاری نظر میں تو یہ گوبر ہے، نجاست ہے اور گندگی ہے، تم

شہری بچے ہو اس لیے تمہیں پتہ نہیں، تمہیں یہ گوبر اور نجاست نظر آ رہی ہے مگر ہماری نظر میں یہ فرٹیلائزر (کھاد) ہے، جب ہم اس کو اپنے کھیت میں ڈالتے ہیں تو اس سے کھیت کو فائدہ پہنچتا ہے اور فصل اچھی پیدا ہوتی ہے، وہ بچپن کا زمانہ تھا اس لیے صحیح طور پر بات تو سمجھ نہ آئی مگر اب میں کبھی کبھی سوچتا ہوں ''اے انسان! جسے ہم گندگی کہتے ہیں اور اسے بدبودار سمجھتے ہیں، اس گندگی کو اگر کھیت میں ڈالا گیا تو اس گندگی نے کھیت کو فائدہ پہنچا دیا۔ ایک مسلمان ہو کر اگر تو اپنے ساتھ والے کو فائدہ نہیں پہنچاتا تو تُو گندگی اور نجاست سے بھی گیا گزرا ہے،،

اگر اپنی حقیت معلوم کرنا چاہیں تو:

قیامت کے دن سب سے پہلے یہی سوال کیا جائے گا کہ تم نے اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟ اب اس کے لیے عالم کا ہونا ضروری نہیں ہے کہ علما ہی سے پوچھیں گے۔ بلکہ ہر بندے سے پوچھیں گے اور صرف مردوں ہی سے نہیں پوچھیں گے بلکہ عورتوں سے بھی پوچھیں گے۔ تو ہم اپنے آپ سے آج ہی یہ سوال کرنا شروع کر دیں کہ ایک وقت آئے گا، جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ سوال پوچھیں گے۔ کیا اس کسوٹی پر ہم پورے اتر پائیں گے۔ اگر آج سے بھی اپنا محاسبہ کرنا شروع کر دیں تو زندگی آسان ہو جائے گی، آپ کا دل آپ کو ٹھیک ٹھیک بتا دے گا۔ اگر آپ اپنی حقیقت معلوم کرنا چاہیں تو اپنے دل سے گواہی لیں، کیوں کہ دل وہ گواہ ہے جو ہمیشہ سچی بات بتاتا ہے اور کبھی رشوت قبول نہیں کرتا۔ صاف تصویر دکھا دیتا ہے کہ میاں! تم اتنے پانی میں ہو، خواہ ہم لوگوں کے سامنے جو مرضی چہرے سجائے پھریں۔

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ۝ وَّ لَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ۝ (القیمہ:15-14)

انسان کو اپنے بارے میں پتہ ہوتا ہے۔دوسروں کے سامنے بے شک عذر پیش کرتا پھرے۔تو آج انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر ہماری تنزلی اور گراوٹ کا سب سے پہلا سبب ہے کہ ہم اپنے علم پر عمل نہیں کرتے۔چاہے کوئی دین کا پڑھا لکھا ہو، چاہے دنیا کا۔تو اب یہ بات سمجھ لیں کہ کامیابی کا پہلا اصول یہ ہے کہ اپنے علم پر عمل کرنا ہے۔

## (۲) بڑوں کے تجربات سے فائدہ اٹھانا

ہماری دوسری غلطی یہ ہے کہ ہم اپنے بڑوں کے تجربات سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ہم اپنے بڑوں کی نصیحتوں پر عمل نہیں کرتے۔

### نصیحتوں کی حقیقت:

یاد رکھیں کہ ماں باپ کی یا پیر استاد کی نصیحتیں بنیادی طور پر ان کی زندگی کے تجربات ہوتے ہیں۔ انگریزی میں کہتے ہیں

There is no shortcut to experience. تجربے کا کوئی شارٹ کٹ نہیں۔

تو بجائے اس کے کہ ہم سب کچھ خود بھگتیں اور پھر آخر میں سمجھ آئے کہ ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ہم اپنے بڑوں کی نصیحتوں پر عمل کر لیا کریں۔

تجربہ کار Experienced بندے کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ بندہ جو اپنی زندگی میں بہت غلطیاں اور کوتاہیاں کر چکا ہو اور اسے پتہ ہو کہ اب میں نے یہ کوتاہیاں نہیں کرنی۔اس لیے جب فیکٹری میں کوئی بندہ رکھنا ہو تو کہتے ہیں: کوئی تجربہ کار بندہ لے آؤ! کیوں؟ اس لیے کہ وہ بہت کوتاہیاں کر چکا ہوگا اور اب اسے پتا ہوگا کہ میں نے کونسی کوتاہیاں نہیں کرنی۔

ایک آدمی جب کوئی کام سیکھتا ہے تو اس کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ایک پہلو یہ ہے کہ:

(کیا کرنا ہے؟) **What to do?**

کام کو سیکھنا کہ میں نے کام میں کیا کرنا ہے؟ یہ کام سیکھنے کا ایک پہلو ہے۔اور ایک اور پہلو بھی ہے، وہ یہ کہ:

(کیا نہیں کرنا؟) **What not to do?**

بندہ تھیوری کے ذریعے سے یہ تو جلدی معلوم کر لیتا ہے کہ کیا کرنا ہے۔لیکن......کیا نہیں کرنا؟ یہ دھکے کھا کے حاصل ہوتا ہے اور تجربہ کار بندے کو پتہ ہوتا ہے کہ مجھے یہ نہیں کرنا، کیوں کہ اس میں نقصان ہے اور فائدہ نہیں ہے۔اسی طرح ہمارے بڑے ہمیں جو نصیحت کرتے ہیں وہ ساٹھ ستر سال کی عمر کا نچوڑ بتا رہے ہوتے ہیں کہ بچو! یہ نہ کرو اس میں تمہارا نقصان ہے۔

## نوجوانوں کی رعونت:

آج کے نوجوانوں کی تو حالت ہی یہ بن چکی ہے کہ وہ بات ہی نہیں سنتے۔نبی ﷺ نے قربِ قیامت کی ایک نشانی یہ بتائی کہ نوجوان اپنے دوست کو زیادہ محبوب رکھیں اور اپنے ماں باپ سے دور ہو جائیں۔اور کئی جگہوں پر تو ایسا ہے کہ نوجوان اپنے باپ سے ایسے نفرت کرتے ہیں جیسے پاپ سے نفرت کی جاتی ہے۔وہ جو کسی زمانے میں باپ سے محبّت کا تعلّق تھا اور اس سے فائدہ اٹھایا جاتا تھا آج وہ تصور ہی ختم ہوتا جا رہا ہے۔دولڑکے آپس میں باتیں کر رہے تھے، ایک نے کہا: بھئی! تمہارے ابو تین چار مرتبہ ہسپتال جا چکے ہیں خیر تو ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں، انہیں دو تین مرتبہ ہارٹ اٹیک ہوا ہے لیکن وہ ریکور (صحت یاب) ہو جاتے ہیں، آج پھر ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔اور آج پھر ہاسپٹل گئے ہیں۔

**I hope he will be able to make it this time .**

میرا خیال ہے کہ اب وہ ٹرک جائے گا۔

اپنے باپ کے بارے میں یہ کہہ رہا تھا، یہی بنیاد ہے جس کی وجہ سے ہمارے نوجوان اپنے ماں باپ کی سونے کے پانی سے لکھی جانے کے قابل نصیحتیں، پیٹھ پیچھے ڈال دیتے ہیں۔ صرف یہ بات نہیں ہے کہ ممبر ومحراب سے سن کر اس پر عمل نہیں کرتے نہیں نہیں نہیں!! گھر میں سن کر کہاں عمل کرتے ہیں؟ خاوند بیوی کو منع کرتا ہے کہ تمہارے لئے یہ ٹھیک نہیں، یہ ٹھیک نہیں ...... کیا وہ سنتی ہے؟ بڑا بھائی چھوٹے بھائی کو منع کرتا ہے کہ تمہارے لیے یہ ٹھیک نہیں، یہ ٹھیک نہیں، کیا وہ مانتا ہے؟ تو یہ کیسی چیز ہے؟ جو بحیثیت قوم ہمارے اندر Develop (پروان) ہو چکی ہے، اس کو ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ ہماری پرسنیلٹی (شخصیت) ایسی بن جائے کہ ہم اپنے بڑوں کے تجربے سے فائدہ اٹھانے والے بن جائیں۔ جب بڑوں کے تجربے سے فائدہ اٹھانے والی صفت ہمارے اندر آئے گی تو پھر جمعہ کے دن ہم سب سے پہلے مسجد میں پہنچے ہوئے ہونگے کہ ہم خیر کی باتیں سنیں اور ان پر عمل کریں۔

یہ خیر کی باتیں سننے کی صفت ہی ہمارے اندر سے ختم ہوتی جا رہی ہے، ہم سننا ہی نہیں چاہتے، آج تو ہر بندہ سنانا چاہتا ہے۔ ہم نے کئی بار دیکھا ہے کہ دو بندے آپس میں بات چیت کر رہے ہوتے ہیں تو وہ بھی بول رہا ہوتا ہے اور یہ بھی بول رہا ہوتا ہے۔ نہ وہ سن رہا ہوتا ہے اور نہ یہ سن رہا ہوتا ہے۔ ہمارے اندر تو اتنا صبر بھی نہیں کہ ہم کسی کی بات کو توجہ سے سن ہی لیں۔ آج تو نوجوان آپس میں باتیں کر رہے ہوتے ہیں اور نئے نئے پلان بنا کر ان پر عمل کر رہے ہوتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ:

**Young leading the young is like a blind leading the blind. They can both fall into the ditch.**

(کسی نوجوان کا دوسرے نوجوان کو رہنمائی دینا ایسا ہی ہے جیسے کسی اندھے کا دوسرے اندھے کو رہنمائی دینا، وہ دونوں گڑھے میں گر سکتے ہیں)

آج کے نوجوان کی حالت اس قدر ناگفتہ بہ بن چکی ہے کہ اگر کسی پر نظر پڑ جائے کہ دیکھا کہ ذرا اچھا ٹھپہ ہے تو کہتا ہے: بس، ابو! میں نے ادھر ہی شادی کرنی ہے۔اس کے ابو بتاتے ہیں کہ اس کی اتنی تعلیم ہی نہیں اور تیرے ساتھ اس کا جوڑ ہی نہیں ۔مگر وہ سنتا ہی نہیں، وہ یہی کہتا ہے کہ بس کرنی ہے۔ جب ایسی جگہ پر شادی کر لیتے ہیں تو پھر ساری زندگی روتے بھی ہیں اور بھگتتے بھی ہیں ۔ چنانچہ ہمیں اچھے مسلمان ہونے کی حیثیت سے چاہیے کہ ہم بڑوں کی باتیں توجہ سے سنا کریں اور پھر ان پر عمل کیا کریں ۔بعض اوقات ان نصیحتوں کی حکمت بعد میں سمجھ آتی ہے۔اس لیے اس وقت سمجھ میں نہیں آرہی ہوتی کہ اس وقت ہم شارٹ سائڈڈ ہوتے ہیں۔ ہمارا ویژن ہی اتنا نہیں ہوتا کہ ہم اتنا دور دیکھ سکیں لیکن ہمارے ماں باپ کی نظر دور تک دیکھ رہی ہوتی ہے۔اگر بعد میں سمجھ میں آیا تو وہ معاملہ ہوگا کہ ”اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت“۔

نوجوان اول تو نصیحت کی باتیں سنتے ہی نہیں اور اگر سنتے ہیں تو ان پر عمل نہیں کرتے حالانکہ ہمیں تو یوں کہا گیا ہے:

كَلِمَةُ الْحِكْمَةِ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنُ حکمت کی بات مومن کی گم شدہ چیز ہے۔

بس تو یہ حکمت کی بات جہاں سے بھی ملے حاصل کر لینی چاہیے، پہلے وقتوں میں ماں باپ اپنے بچوں کو نصیحتیں کیا کرتے تھے اور پھر بچے ان سے فائدہ اٹھایا کرتے تھے۔ آج نصیحت کرنے کا سلسلہ نظر ہی نہیں آتا۔ کتنے مرد ہیں جو آج گھروں میں نصیحت کی باتیں سمجھاتے ہیں؟ یاد رکھیں کہ جس گھر کے مرد اپنے اہل خانہ کو نیکی اور نصیحت کی بات نہیں سمجھاتے اس گھر کے مُردوں اور مردوں میں کوئی فرق نہیں۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے گھروں میں خیر کی باتیں کیا کریں۔ تو یہ بات یاد رکھیں کہ کامیابی کا

دوسرا اصول بڑوں کے تجربات سے فائدہ اٹھانا ہے۔

## (۳) گناہوں پر استغفار

ہماری تیسری بڑی کوتاہی اور غلطی یہ ہے کہ ہم اپنے گناہوں پر استغفار نہیں کرتے۔ گناہ کر لیتے ہیں مگر اس پر جیسے استغفار کرنا چاہیے ہم نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بہت ساری رحمتیں رک جاتی ہیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ

طُوبٰی لِمَنْ وَّجَدَ فِیْ صَحِیْفَتِہٖ اِسْتِغْفَارَ کَثِیْرًا مبارک ہو اس شخص کو جو (قیامت کے دن) اپنے نامہ اعمال میں سے سے زیادہ استغفار کا عمل دیکھے گا۔

### استغفار سب مسائل کا حل:

ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک آدمی ان کے پاس آیا، اس نے کہا: حضرت! میں بہت گناہگار ہوں، کوئی عمل بتادیں۔ فرمایا: استغفار کرو! پھر ایک اور بندہ آیا اس نے کہا: حضرت بارش نہیں ہو رہی، کوئی وظیفہ بتادیں۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بارش عطا فرمادیں۔ فرمایا: استغفار کرو! پھر ایک اور آدمی آیا، کہا: حضرت! بہت غریب ہوں، کوئی عمل بتادیں جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ میرے حالات اچھے کر دے اور مال عطا فرمادے۔ فرمایا: استغفار کرو! ایک آدمی اور آیا کہ جی میری اولاد نرینہ نہیں، آپ کوئی ایسا عمل بتادیں جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فردیں۔ فرمایا: استغفار کرو!

ایک آدمی پاس بیٹھا تھا، وہ سن کر بڑا حیران ہوا اور کہنے لگا: حضرت! یہ اچھا فارمولا آپ کے ہاتھ میں آیا ہے کہ ہر ایک کو فرما رہے ہیں کہ استغفار کرو، استغفار کرو۔ حضرت نے جواب دیا کہ میں نے ان کو اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کی بلکہ اللہ کے قرآن کی روشنی میں ان کو جواب دیے ہیں۔ قرآن مجید کی آیت

ہے:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا (نوح:10) اللہ کے سامنے استغفار کرو، وہ گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ فرمایا کہ پہلے آدمی نے گناہوں سے معافی کا عمل پوچھا تھا اور میں نے اسے استغفار بتایا تھا:

آگے فرمایا:

يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا (نوح:11) اللہ کے سامنے استغفار کرو، وہ تمہارے اوپر بارش برسائے گا۔

دوسرے نے بارش کا مسئلہ پوچھا، لہٰذا میں نے اسے بھی یہی کہا کہ استغفار کرو۔

اللہ تعالیٰ آگے فرماتے ہیں:

وَ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ (نوح:12) اور مال کے ذریعے وہ (اللہ تعالیٰ) تمہاری مدد کرے گا۔

غریب کے وظیفہ پوچھنے پر میں نے اسی لیے استغفار کرنے کے لیے کہا تھا۔

وَّ بَنِيْنَ (نوح:12) ''اور بیٹوں کے ذریعے تمہاری مدد کرے گا''

اسی لیے اولاد نرینہ کے طالب کو میں نے کہا تھا کہ استغفار کیا کرو۔

وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ (نوح:12) اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ باغوں کے پھل عطا فرمائے گا۔

میں نے اسی لئے باغ والے کو یہ عمل بتایا کہ استغفار کرو۔

وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا (نوح:12) اور تمہارے لیے (زمین سے) چشمے جاری کردے گا۔

اسی لیے میں نے زمین میں چشمے کے طالب کو استغفار کرنے کے لیے کہا۔

اب دیکھیں کہ ایک استغفار کے عمل پر ہمیں کتنے فائدے مل سکتے ہیں۔

## عاملوں کی گاڑی کیسے چلتی ہے؟

آج جسے دیکھو وہ عاملوں کے پیچھے بھاگا جا رہا ہے، عملیات والوں کے پاس جا جا کر اپنا ایمان خراب کر بیٹھے ہیں۔ کیا ضرورت ہے ان کے پاس جانے کی؟ استغفار کیجیے اور مرادیں پائیے۔ یاد رکھیں کہ عامل لوگ بندوں کو بہت ہی ڈراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لگتا ہے کسی نے کچھ کیا ہوا ہے، اگلی سٹوری وہ خود بنا لیتے ہیں۔ بیوی کہتی ہے: دیکھا! آپ کی بہن نے کچھ کیا ہوا ہے۔ خاوند کہتا ہے: مجھے لگتا ہے کہ فلاں نے کچھ کیا ہوا ہے۔ یوں قریب کی رشتہ داریاں ایک دوسرے کے ساتھ چھپی دشمنیوں میں بدل جاتی ہیں۔ ان عاملوں کے پاس بالکل نہیں جانا چاہیے، یہ پروفیشنل (پیشہ ور) قسم کے لوگ اس طرح دوسروں کی پریشانیاں دور کر سکتے تو وہ اپنی پریشانیاں دور نہ کر لیتے۔ وہ تو اس انتظار میں بیٹھے ہوتے ہیں کہ کوئی مرغا آئے اور پھنسے، کچھ دے اور ہماری گاڑی چلے۔ بھئی! جن کی گاڑی آپ کے جانے سے چلتی ہے، وہ آپ کی گاڑی کیا چلائیں گے؟ لوگ خواہ مخواہ ان کے پاس جاتے ہیں۔ کچھ لوگ تو بندوں کو چھوٹا خدا بنا لیتے ہیں اور کہتے ہیں: حضرت! لگتا ہے کسی نے ہمارا کاروبار باندھ دیا ہے۔ اب ایک بندہ مسلمان ہے اور اس کی زبان سے یہ الفاظ نکل رہے ہیں کہ کسی نے کاروبار کو باندھ دیا ہے۔ اس کا یہ کہنا کتنا عجیب ہے! کیونکہ رزق تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (هود:6) اور زمین میں جو ذی روح جاندار ہے اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے۔

رزق تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ کسی نے رزق باندھ دیا ہے۔ یوں گویا لوگوں کو چھوٹا خدا بنا

لیتے ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ کسی نے میری بیٹی کا رشتہ باندھا ہوا ہے۔ یاد رکھیں کہ کوئی کچھ نہیں باندھ سکتا۔ سب کام اللہ رب العزت کے اذن سے ہوتے ہیں۔ ہم اللہ رب العزت کو خوش کر لیں تو اس کی طرف سے ہمارے لیے خیر کے فیصلے ہو جائیں گے۔ اور ان تمام پریشانیوں کا حل استغفار ہے۔

## مصیبتوں سے چھٹکارا پانے کا نسخہ:

اسی استغفار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندے کو مصیبتوں اور عذابوں سے بچاتے ہیں۔ سنیے قرآن عظیم الشان اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اے محبوب ﷺ!

وَ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَ اَنْتَ فِیْھِمْ (الانفال:33) اللہ ان کو عذاب نہیں دے گا جب تک آپ ان میں موجود رہیں گے۔

وَمَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وَ ھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ (الانفال:33) اور اللہ ان کو اس وقت تک بھی عذاب نہیں دے گا۔ جب تک وہ استغفار کرتے رہیں گے۔ بیٹی کا رشتہ نہ ہونا کتنا بڑا عذاب ہے! نوجوان کو رزق نہ ملنا یا اس کا کاروبار نہ چلنا کتنا بڑا عذاب ہے! لیکن یاد رکھیں کہ جب تک ہم استغفار کرتے رہیں گے اس وقت تک اس عذاب سے بچے رہیں گے۔ انہی کے غم میں ماں کو ایسی بیماریاں لگ جاتیں ہیں کہ وہ پریشان ہو جاتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم ابھی استغفار کے فوائد ہی نہیں سمجھ پائے۔

## ہر وقت استغفار کریں:

آپ استغفار کی کثرت کریں۔ ایک تو یہ ہے کہ صبح وشام یہ پڑھا جائے۔

اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ یہ تو پورا استغفار ہے۔ اگر مرد حضرات چلتے پھرتے بھی، استغفراللہ، استغفراللہ، پڑھتے رہیں اور عورتیں گھر میں کھانا تیار کرتے وقت اور صفائی

وغیرہ کرتے ہوئے بھی استغفر اللہ کرتی رہیں گی تو اس کو بھی استغفار میں شامل کرلیا جائے گا۔لوگ کہتے ہیں جی کوئی عمل بتائیے؟ بھئی! اس سے بڑا عمل کیا ہے؟ اس پر تو اللہ کا قرآن گواہی دے رہا ہے کہ یہ سب نعمتیں استغفار کے سبب ملتی ہیں۔

## بغیر غلطی کے بھی استغفار کریں:

ہمیں چاہیے تو یہ تھا کہ ہم بغیر غلطی کے بھی استغفار کرتے۔اس لیے کہ بغیر غلطی کے استغفار کرنا رحمت الٰہی کو کھینچنے کا سبب بنتا ہے۔آپ کا بیٹا اگر کسی وقت آپ کے پاس آ کر معافی مانگ رہا ہو اور کہہ رہا ہو کہ امی! اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہو تو مجھے معاف کر دیں۔حالانکہ اگر اس نے غلطی نہ کی ہو تو کیا ایسی صورت میں اس پر پیار نہیں آتا؟۔ماں کہتی ہے کہ یہ میرا کتنا پیارا بیٹا ہے کہ بغیر غلطی کے مجھ سے معافی مانگ رہا ہے! استغفار کا معاملہ بھی ایسے ہی ہے۔جب بندہ بغیر غلطی کے اللہ رب العزت کے سامنے استغفار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے اس بندے پر پیار آتا ہے۔چنانچہ یہ اصول بنالیں زندگی کا کہ اللہ کے حضور ہر وقت نادم و شرمندہ رہنا ہے اور استغفار کرتے رہنا ہے۔

## (۴) نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرنا

ہماری چوتھی کوتاہی یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے جو نعمتیں ہمیں عطا کی ہیں ان کا صحیح معنوں میں شکر ادا نہیں کرتے۔ہمیں نعمتوں کا شکر ادا کرنا اس وقت یاد آتا ہے۔جب وہ نعمت چلی جاتی ہے۔کسی نے کہا تھا کہ نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے نعمتوں کے چھن جانے کا انتظار نہ کرنا۔جب نعمت چھن جائے اس وقت اس کا شکر ادا کرنے کا کیا فائدہ؟ نعمتوں کی موجودگی میں ہی نعمتوں کا شکر ادا کیجیے۔

☆ صحت نعمت ہے۔

☆ فراغت کا وقت نعمت ہے۔

☆ مال نعمت ہے۔

☆ جوانی نعمت ہے۔

☆ ماں باپ نعمت ہیں۔

☆ پیر استاد نعمت ہیں۔

ان نعمتوں کی ہم کتنی قدر کرتے ہیں اور کتنا اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں؟ بلکہ ہم نے تو یہ دیکھا کہ جس بندے کو اللہ نے اتنا مال دیا ہوتا ہے کہ وہ اپنے گھر کے ساتھ ساتھ چالیس اور خاندانوں کو بھی سپورٹ کر سکتا ہے، اس بندے سے کبھی پوچھیں کہ سنائیں کام کاج کیسا ہے؟ تو وہ بھی کہتا ہے، جی بس گزارا ہے۔ اب اگر اللہ نے اتنا دیا ہوا ہے اور پھر اس بات کے جواب میں ہم یوں کہیں کہ بس گزارا ہے تو اس پر اللہ کو غصہ آئے گا یا نہیں؟ اسی طرح خاوند اپنی بیوی پر بے تحاشا دولت خرچ کرتا ہو اور اس کی بیوی اپنی ماں کو یہ رپورٹ دے کہ میں بس گزارا ہی کر رہی ہوں، تو خاوند کو کتنا غصہ آئے گا؟ یہی حال ہمارا ہے، کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں اور پھر ہم کہتے ہیں: جی بس گزارا ہے۔ پتہ نہیں ہماری زبان کیوں جھوٹی ہو جاتی ہے۔ ہمیں تو یہ چاہیے تھا کہ ہم یوں کہتے: او جی! اللہ نے تو مجھے اتنا دیا کہ میں تو ساری زندگی سجدے میں سر ڈال کر اللہ کا شکر ادا کرتا رہوں تو میں اپنے مولا کا پھر بھی شکر ادا نہیں کر سکتا۔ ہم کیوں نہیں کہتے کہ جی اللہ تعالیٰ نے تو ہم بے قدروں کو ہماری اوقات سے بھی بڑھ کر اپنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔

## تین آدمیوں کی آزمائش کا واقعہ:

ترجمان السنہ میں حضرت مولانا بدر عالم i نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کا ایک آدمی تھا، وہ برص کا مریض تھا، جلد پر جو سفید دانے بن جاتے وہ برص کے داغ ہوتے......اس کے چہرے پر برص کے ایسے نشان تھے کہ اس کا چہرہ دیکھنے کو لوگوں کا دل نہیں کرتا تھا۔ اتنی کراہت ہوتی تھی۔

اس کا کام کاج بھی نہیں چلتا تھا۔

ایک آدمی اس کے پاس آیا اور کہنے لگا: سناؤ بھئی! کیا حال ہے؟ کیسا وقت گزر رہا ہے؟ اس نے کہا: کیا بتاؤں! بیماری بھی ہے، میں لوگوں میں بیٹھنے کے قابل بھی نہیں، میرا کاروبار بھی نہیں، اور بہت تنگی کے دن گزر رہے ہیں۔ اس آدمی نے اس برص والے کو دعا دی کہ اللہ تیری بیماری کو بھی ٹھیک کردے اور تجھے رزق بھی فراغ عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بندے کی بیماری بھی ٹھیک کر دی اور اس کو ایک اونٹنی عطا کی، اس اونٹنی سے اتنا کام بڑھا کہ وہ اونٹوں کے بڑے ریوڑ کا مالک بن گیا اور بڑے ٹھاٹھ کی زندگی گزارنے لگا۔

وہی آدمی وہاں ایک اور آدمی کے پاس گیا، اس کے سر پر بال نہیں تھے، گنجا تھا۔ اس کا بھی کاروبار نہیں چلتا تھا۔ اس نے اسے پوچھا: سناؤ بھئی! کیا حال ہے؟ کہنے لگا: جی کیا بتاؤں! بس جہاں جاتا ہوں لوگ میرا انداق اڑاتے ہیں، میرا کاروبار بھی ٹھیک نہیں اور میں بڑی پریشانی میں وقت گزار رہا ہوں۔ اس نے اسے بھی دعا دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا کی برکت سے اسے خوبصورت بال عطا کر دیے۔ جس سے اس کی پرسنلٹی بہترین بن گئی۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے ایک گائے دی۔ اس ایک گائے کی نسل اتنی بڑھی کہ وہ سینکڑوں گایوں کا مالک بن گیا، اس کی زندگی میں بھی خوشحالی آ گئی۔

پھر وہ تیسرے بندے کے پاس گیا وہ اندھا تھا۔ اس سے پوچھا: سناؤ بھئی! کیسے گزر رہی ہے؟ کہنے لگا: میں کیا بتاؤں! لوگوں سے مانگ کے روٹی کھاتا ہوں، دردر کے دھکے کھاتا ہوں، لوگوں کے لیے تو فقط رات میں اندھیرا ہوتا ہے اور میرے لیے تو دن کی روشنی میں بھی اندھیرا ہوتا ہے۔ جس کو اماں کہتا ہوں میں نے اس کی شکل ایک مرتبہ بھی نہیں دیکھی، ابو کی شکل بھی کبھی نہیں دیکھی۔ اور میرا کاروبار بھی کوئی نہیں۔ اس نے اسے بھی دعا دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس بندے کی بینائی بھی ٹھیک کر دی اور اس کو ایک

بکری دی، اس بکری کی اتنی نسل بڑھی کہ وہ بکریوں کے بڑے ریوڑ کا مالک بن گیا۔

بنی اسرائیل کے یہ تینوں آدمی بڑے بڑے نواب بن گئے۔ جب پیسہ آتا ہے تو پھر انسان سہولت پسند ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ان کے محل بن گئے، خوبصورت بیویاں آ گئیں، نوکر چاکر آ گئے، لائف سٹینڈرڈ اونچا ہو گیا اور خوب ٹھاٹھ کی زندگی گزارنے لگے۔ پھر دوست بھی بہت بن گئے۔ کئی سالوں تک وہ اسی طرح اللہ کی نعمتوں کے مزے لیتے رہے اور پلتے رہے۔

ایک دن وہی بندہ پہلے آدمی کے پاس آیا اور آ کر اسے کہا: بھئی! بات یہ ہے کہ میں بہت محتاج ہوں، میں ضرورت مند ہوں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت کچھ دیا ہے، آپ اللہ کے لیے مجھے کچھ دے دیں۔ ایک وقت تھا آپ کے پاس بھی کچھ نہیں تھا: آج دیکھو! اللہ نے آپ کو کتنا کچھ دیا ہے! جب اس نے یہ سنا کہ ایک وقت تھا جب آپ کے پاس کچھ نہیں تھا، تو اس کو غصہ آ گیا اور کہنے لگا: آ جاتے ہیں منہ اٹھا کے، بات کرنے کی بھی تمیز نہیں۔ خبردار! میں تمہیں دھکے دے کر یہاں سے نکال دونگا، میں تو شروع سے ہی امیر تھا۔ کیا تم سے میں نے پیسے مانگے ہوئے ہیں؟ جب وہ ناراض ہونے لگا، تو اس نے کہا: بھئی! آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں، میں جا رہا ہوں۔ بس آپ جیسے تھے اللہ تعالیٰ آپ کو ویسا کر دے۔ اس کے بعد ایسی بیماری آئی کہ اونٹوں کا سارا ریوڑ ختم ہو گیا اور وہی برص کی بیماری لگ گئی۔

اس کے بعد وہ دوسرے آدمی کے پاس گیا۔ جو گنجا تھا اس سے کہا: جی میں محتاج ہوں، فقیر ہوں، آپ کو اللہ نے بہت دیا ہے، آپ اللہ کے نام پہ مجھے بھی کچھ دے دیں، میری مدد کریں، ایک وقت تھا کہ آپ کے پاس بھی کچھ نہیں تھا اور آج بہت کچھ ہے۔ جب اس نے یہ بات کی تو اس کو بھی غصہ آیا اور کہنے لگا: تجھے بات کرتے ہوئے شرم نہیں آتی، میں نے درختوں سے جا کے پیسے توڑے ہیں؟ میں ایسا بزنس مین ہوں، میں نے ایسی ڈیل کی، مجھے اتنا بچا، میاں! میری یہ خون پسینے کی کمائی ہے، تم کیسے یہ بات کہہ رہے

ہو؟ جب وہ کچھ زیادہ ہی ناراض ہونے لگا تو اس نے کہا: بھئی! ناراض نہ ہو، اچھا میں جاتا ہوں، آپ جیسے تھے اللہ آپ کو ویسا کر دے۔ لو جی اس کی حالت بھی وہی ہو گئی، سب گائیاں بھی ختم ہو گئیں اور سر کے بال بھی غائب ہو گئے۔ جیسا تھا ویسا ہو گیا۔

پھر وہ تیسرے کے پاس گیا، اسے بھی جا کر یہی کہا کہ میں بڑا محتاج ہوں، ضرورت مند ہوں، آپ کے پاس آیا ہوں، مجھے کچھ دیں۔ ایک وقت تھا کہ آپ کے پاس بھی کچھ نہیں تھا اور آج اللہ نے آپ کو بہت کچھ دیا ہوا ہے۔ جیسے ہی اس آدمی نے یہ الفاظ کہے کہ ایک وقت تھا جب آپ کے پاس بھی کچھ نہیں تھا تو اس بندے کی آنکھوں میں سے آنسو آ گئے۔ اس نے پوچھا: کیا ہوا؟ کہنے لگا: بھئی! تم نے بالکل سچ کہا، ایک وقت تھا، جب میں اندھا تھا، میں در در کے دھکے کھایا کرتا تھا۔ میں لوگوں سے مانگ کر ٹکڑے کھاتا تھا اور مجھے کوئی کچھ نہیں دیتا تھا۔ اللہ کا کوئی بندہ آیا اس نے دعا دی اور میرے اللہ نے مجھے بینائی بھی دے دی اور مجھے اتنا مال دے دیا۔ میاں! اگر آج تم اس اللہ کے نام پر کہتے ہو کہ کچھ دو، ان دو پہاڑوں کے درمیان جتنی ہزار بکریاں تمہیں نظر آ رہی ہیں، یہ سب میرے مولا کی دین ہیں۔ تم ان میں سے جتنی بکریاں چاہو لے جاؤ۔ اس آدمی نے جواب میں کہا، تمہیں مبارک ہو، میں فرشتہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی نعمتیں دے کر تین بندوں کے پاس بھیجا تھا، ان میں سے دو اپنی اوقات کو بھول گئے اور تم نے اپنی اوقات کو یاد رکھا، اللہ تمہیں اپنی اور بھی زیادہ نعمتیں عطا کرے۔ اس کے بعد اللہ رب العزت نے اس بندے کو باقی زندگی میں اور بھی زیادہ نعمتوں سے نوازا۔

### نعمتیں بے شمار ہیں:

ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اتنا شکر ادا نہیں کرتے جتنا کرنا چاہیے تھا۔ ہمیں ہر لمحے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اللہ کی نعمتوں کی تفصیل تو بے حد و حساب ہے۔ تاہم یاد رکھیں کہ:

☆ اللہ نے گھر دیا، یہ بھی نعمت ہے۔

☆ اولاد دی...... یہ بھی نعمت ہے۔

☆ اچھی بیوی دی...... یہ بھی نعمت ہے۔

☆ صحت دی...... یہ بھی نعمت ہے۔

☆ عزت دی ...... یہ بھی نعمت ہے۔

☆ اللہ نے کوتاہیوں پہ پردہ ڈال دیا...... یہ بھی اللہ کی نعمت ہے۔

☆ اللہ نے ہمیں رسوائی سے بچالیا ...... یہ بھی اللہ کی نعمت ہے۔

ہم اللہ کی کس کس نعمت کا شکر ادا کر سکتے ہیں!!؟؟

## ایک دوسرے کی قدر کریں:

حقیقت یہی ہے کہ ہم نعمت کی موجودگی میں شکر ادا نہیں کرتے۔ آج تو حالت یہ ہے کہ بیوی سے پوچھیں تو ایک ہی سانس میں خاوند کی کئی برائیاں گنوا دے گی۔ اور خاوند سے پوچھو تو ایک ہی سانس میں اپنی بیوی کی ناپسندیدگی کی کہانیاں سنائے گا۔

اچھا! اگر یہ خاوند مر جائے تو یہی بیوی بیٹھی رو رہی ہوگی۔ اس سے اگر کوئی پوچھے کہ جی رو کیوں رہی ہیں؟ آپ تو کہتی تھی: اس نے مجھے بہت تنگ کیا ہوا ہے، مصیبت میں رکھا ہوا ہے، بڑے عذاب میں ہوں، اب تو تمہارا عذاب ختم ہو گیا ہے۔ وہی بیوی کہے گی: نہیں، آخر میرے بچوں کا باپ تھا۔ اس نے مجھے عزت دی ہوئی تھی۔ اس کی موجودگی میں مجھے کوئی بات تو نہیں کر سکتا تھا اور مجھے کوئی پریشانی نہیں ہوتی تھی۔ اب تو میں بے سایہ ہو گئی ہوں۔ اب اس کی قدر آنے لگ گئی کہ اس کے اندر کیا کیا خوبیاں تھی۔ اور اگر بیوی مر جائے تو وہی خاوند آنسو بہا رہا ہوتا ہے۔ اس سے اگر پوچھا جائے کہ بھئی! تم تو خود کہتے

تھے کہ میں نے یہ کیا عذاب خرید لیا! بہتر نہیں کہ اس سے جان چھوٹ گئی؟ وہی خاوند کہے گا: آخر وہ میرے بچوں کی ماں تھی، میں کاروبار پر چلا جاتا تھا اور مجھے بچوں کی فکر نہیں ہوتی تھی۔ اس نے میری عزت رکھی ہوئی تھی اور میرا گھر سنبھالا ہوا تھا، اب بیوی کی خوبیاں یاد آنے لگیں۔ یہ خوبیاں ہمیں زندگی میں کیوں نہیں یاد آتیں؟ ہم زندگی میں دوسرے بندے کی قدر کیوں نہیں کرتے؟

## انگریزوں کا ایک دستور:

انگریزوں میں ایک دستور ہے کہ جب کوئی مر جاتا ہے تو اس کے لیے پھولوں کے بڑے بڑے گلدستے بنا کر لے جاتے ہیں اور منوں، ٹنوں کے حساب سے اس کی قبر پر پھول لاد دیتے ہیں۔ اس پر کسی نے ایک نظم لکھی، اس میں سے صرف ایک فقرہ اس وقت ہمارے موضوع سے ریلیٹیڈ ہے۔ وہ کہتا ہے:

**Why do we wait till a person die?**

”یعنی ہم کسی کو پھول پیش کرنے کے لیے اس کے مرنے کا انتظار کیوں کرتے ہیں۔“

کاش! ہم اس کی زندگی میں پھول پیش کرتے اس کو بھی خوشی ہوتی اور ہمیں بھی خوشی ہوتی۔

## (۵) مرنے والوں سے عبرت حاصل کرنا

ہماری پانچویں کوتاہی یہ ہے کہ ہم اپنے ہاتھوں سے میتوں کو دفن کرتے ہیں مگر عبرت نہیں پکڑتے کہ ہمارے ساتھ بھی یہ کچھ ہونے والا ہے۔ ہم اپنے کندھوں پر کتنے جنازے لیکر گئے؟ کیا ہماری یہ حالت ہے کہ دل میں پکا یقین ہو کہ ہم بھی ایک دن جائیں گے؟ یاد ہی نہیں ہوتا۔ قبرستان کے باہر قدم رکھا اور پھر وہی دنیا۔

ماں کی موت سے بھی عبرت نہ ملی!!!

ہمارے ایک دوست کہنے لگے کہ میرے سامنے والے ہمسائے کی والدہ کی وفات ہوئی تو میں نے اپنے بچوں کو سمجھایا، بچو! دیکھو یہ کتنا بڑا حادثہ ہوا کہ تمہارے دوست کی والدہ فوت ہوگئی! اب چالیس دن تک گھر میں یہ کیبل اور ٹی وی وغیرہ نہیں چلے گا۔ میں نے بچوں کو اس پر راضی کر لیا اور وہ مطمئن ہو گئے۔ کہنے لگے کہ ابھی تیسرا دن نہیں ہوا تھا کہ اسی گھر سے کیبل اور ٹی وی کی آواز آنے لگی، پھر وہی تماشا شروع ہوگیا۔

## بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی:

جو نوجوان اپنے ہاتھوں سے اپنے باپ کو دفن کر کے آئے اور پھر نصیحت نہ پکڑے تو پھر اس سے زیادہ بد بخت دنیا میں کون ہوسکتا ہے!!؟ ماں کو اپنے ہاتھوں سے دفن کر کے آتے ہیں اور ان کی زندگی کی ترتیب نہیں بدلتی۔ نہیں سمجھتے کہ ہمیں بھی ایک دن وہاں جانا ہے۔ بس اپنی زندگیوں میں مست ہوتے ہیں۔ اللہ نے مال دے دیا اور اولاد دے دی، اور بس اللہ کی نعمتوں میں مست رہتے ہیں، اپنی شہوتوں کو پورا کرنے کے لیے چوبیس گھنٹے لگے رہتے ہیں، مزے اڑاتے رہتے ہیں۔ بھئی! بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی؟ کب تک مزے اڑاتے رہیں گے؟ ایسا نہ ہو کہ ''لمحوں نے خطائیں کی صدیوں نے سزا پائی'' والا معاملہ نہ بن جائے۔ آج یہ تھوڑے دنوں کے موج میلے ہیں۔ اور کل قیامت کے دن اللہ کے سامنے جوابدہ بھی ہونا پڑے گا۔

اگر ہم ان پانچ نصیحتوں کو اپنی زندگی میں لاگو کر لیں تو زندگی کی ترتیب سیدھی ہوسکتی ہے۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ ہمیں اپنے اندر جو غلطیاں بھی نظر آتی ہیں وہ خود بخود اچھائیوں میں بدل جائیں گی۔ تو یہ باتیں اس لیے بتائیں کہ ان کو یاد کر لیجیے۔ اگر آپ گھر میں بڑے ہیں یا آپ کا کوئی دوست آپ سے کہتا ہے کہ بھئی کوئی نصیحت کر دیں تو یہ باتیں ان کو سمجھائیں تا کہ ان کو بھی ان سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل

سکے۔

اللہ تعالیٰ ہماری زندگی کی کمی کوتاہی کو دور کر دے ہمیں اپنی نعمتوں کا شکرادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اوراللہ تعالیٰ آپ کا یہاں آنا قبول فرما کر اس کو دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنائے۔( آمین ثم آمین )

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ